OPEN ACCESS: "*EPISTEMOLOGY*"
eISSN: 2663-5828;pISSN: 2519-6480
Vol.11 Issue 12 December 2022

غیر مقبوضہ اشیاء کی خرید وفروخت کی جائز وناجائز صورتیں (ایک تحقیقی مطالعہ)

LEGAL AND ILLEGAL FORMS OF BUYING AND SELLING UNOCCUPIED GOODS (A RESEARCH STUDY)

Dr. Shahzada Imran Ayub
Associate Professor, Division of Arts and Social Sciences, The University of Education, Lower Mall Campus, Lahore.

Muhammad Riaz
Senior Subject Specialist (Islamiat), Govt. Ghulam Din Higher Secondary School, Maingri.

Abstract: Sale of unoccupied goods refers to those goods which are not in the possession of the seller and the buyer, whether the thing is actually present or not, i.e. selling the thing before taking possession of it or the sale of something that does not exist, but it is to be bought from someone and given to the buyer. So all such cases are prohibited by Shariāh laws. However, the forms of possession can be different, so if that thing is countable, then possession will be by counting and if it is measurable, then possession will be by measuring and measuring. Additionally, the buyer will also move and store it in his premises. If the thing sold can be held in the hand, for example: jewels or books etc., then when Jupiter takes it in hand, it will be the rightful possession. If the thing sold cannot be transferred to another place, eg: houses, land and fruits on trees, etc., then its possession will be such that there is no obstacle for Jupiter to take control of the land and dispose of it like an owner. However, scholars and jurists have divided movable and immovable goods in

terms of legal and illegal in the process of buying and selling non-occupied goods. It has been declared illegal to resell movable goods without taking them into possession after measuring and weighing them, but even in this, if a pile of grain has been sold with an estimate, it has been declared permissible to sell it without taking it into possession. And in the case of immovable goods such as land, houses, etc., it is permissible to sell them without taking them into possession. A legitimate form of sale of unoccupied goods is Bai' Salam, which is permitted subject to certain conditions, even though the Bai' is of a thing which the seller does not possess at the time of the transaction. There is proof in the Aaḥīth of the validity of Bai' Salam, the main condition of which is that the buyer pays the full price in advance and the gender, characteristics and date and place of delivery of the seller are fixed.

Keywords: Unoccupied things, Aaḥīth, Buyer, Seller, Bai` Salam, Prohibited, Land, Homes, Business.

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس نے زندگی کے ہر پہلو پر انسانوں کی مکمل رہنمائی فرمائی ہے۔ایک انسان کو آسودہ اور خوشحال زندگی گزارنے کے لیے حصول معیشت کے کسی نہ کسی ذریعہ کو اختیار کرنا پڑتا ہے۔ مگر اسلام نے اس سلسلہ میں نہ صرف کسب حلال کی شرط عائد کی ہے بلکہ مشتبہ چیزوں سے بچنے کا حکم بھی دیا ہے اور اسے دین کی حفاظت کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا" بے شک حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ امور ہیں جو شخص مشتبہ امور سے بچا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بچا لیا اور جو شبہات میں داخل ہوا وہ حرام میں داخل ہو گیا"۔[1] کسب حلال کے ذرائع میں سے ایک ذریعہ تجارت ہے۔ لہٰذا اس پیشہ کے متعلقہ لازمی تعلیمات کا حصول ایک مسلمان کے لیے فرض کی حیثیت رکھتا ہے۔ تجارت کا پیشہ خود نبی کریم ﷺ نے اختیار فرمایا، صحابہ کرام کو تعلیم دی، خود اللہ تعالیٰ نے اس کو پسند فرمایا ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر ارشاد باری تعالی ہے "اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مالوں کو ناحق طریقہ سے نہ کھاؤ مگر یہ کہ کوئی تجارت آپس کی رضامندی سے ہو۔"[2] اور نبی ﷺ نے ایک سچے اور دیانت دار تاجر کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا" سچا امانت دار تاجر انبیا، صدیقین اور شہدا کے ساتھ ہو گا۔"[3]

انسان طبعی طور پر مال و دولت کا بڑا حریص ثابت ہوا ہے، اور مال کو جمع کرنے میں بسا اوقات وہ تمام اخلاقی و مذہبی

ضابطوں سے رو گردانی کر جاتا ہے۔ جیسا کہ فرمان نبوی ہے کہ لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا جب آدمی اس کی پرواہ نہیں کرے گا حلال یا حرام کس ذریعے سے اس نے مال حاصل کیا ہے۔[4] ایک تاجر کے لیے حلال و حرام اور تجارت کی بنیادی مہارتوں کا حصول ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر فرمایا کرتے تھے کہ "ہمارے بازاروں میں وہی خرید و فروخت کرے جسے دین (کے تجارتی احکام) کی سمجھ ہو۔"[5]

اسلامی تاریخ میں اس پر عمل کی زندہ مثالیں ملتی ہیں۔ تیرہویں صدی ہجری کے مالکی فقیہ محمد بن احمد الرھونی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۳۰ھ) نے اپنے شیخ ابو محمد رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے مراکش میں محتسب کو بازاروں میں گشت کرتے دیکھا جو ہر دکان کے پاس ٹھہرتا اور دکان دار سے اس کے سامان سے متعلق لازمی احکام کے بارے میں پوچھتا اور یہ دریافت کرتا کہ ان میں سود کب شامل ہوتا ہے اور وہ اس سے کیسے محفوظ رہتا ہے۔ اگر وہ صحیح جواب دیتا تو اس کو دکان میں رہنے دیتا اور اگر اسے علم نہ ہوتا تو اسے دکان سے نکال دیتا اور کہتا تیرے لیے مسلمانوں کے بازار میں بیٹھنا ممکن نہیں تو لوگوں کو سود اور ناجائز کھلائے گا۔"[6]

زیر بحث موضوع "غیر مقبوضہ اشیاء کو بیچنے کی جائز و ناجائز صورتیں" کا جائزہ لینے سے پہلے بیع و تجارت کا معنی و مفہوم اور اس کی شرائط اور بنیادی اجزا کا ذکر ضروری ہے۔ اس کے بعد قرآن و حدیث اور کتب فقہ کی روشنی میں تفصیلی دلائل کے ساتھ اس موضوع کا جائزہ لے کر اس کی جائز و ناجائز صورتوں کے بارے میں بحث کی جائے گی۔

بیع و تجارت کا مفہوم

لفظ بیوع بیع کی جمع ہے، اس کا معنی "فروخت کرنا" ہے۔ بعض اوقات یہ لفظ خریدنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ شرعی اصطلاح میں کسی چیز کا مالک بننے کے ارادے سے مال کا مال کے ساتھ تبادلہ کرنا بیع کہلاتا ہے۔ اسی طرح فتح الباری میں ذکر ہے "بیع کا معنی ہے قیمت کے عوض چیز کی ملکیت دوسرے کی طرف منتقل کرنا۔"[7]

تجارت کا عام مفہوم بیع و شراء یعنی خرید و فروخت ہے مگر علمائے اسلام نے تجارت کے فنی مفہوم کے لیے مختلف انداز اختیار کیے ہیں۔ جیسا کہ ایک مفہوم یہ ہے کہ "تجارت راس المال (CAPITAL) میں ایسے تصرف کو کہتے ہیں جس کی پشت پر نفع کمانے کا جذبہ کار فرما ہو۔"[8]

خرید و فروخت اور تجارت انسانی ضروریات کو پورا کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ تجارت کے حسب ذیل چار بنیادی

اجزاہیں:

۱۔خریدار ۲۔فروخت کار ۳۔مال تجارت ۴۔معاہدہ تجارت [9]

- ❖ علاوہ ازیں خرید وفروخت کی حلت اگرچہ قرآنی نص سے ثابت ہے لیکن ہر قسم کی خرید وفروخت حلال نہیں بلکہ مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ اسے جائز قرار دیا گیا ہے:

۱۔فریقین باہمی رضامندی سے سودا کریں۔

۲۔خرید کردہ اشیا اور ان کا معاوضہ مجہول نہ ہو۔

۳۔قابل فروخت چیز فروخت کنندہ کی ملکیت ہو اور وہ اسے خریدار کے حوالے کرنے پر قادر ہو۔

۴۔فروخت کردہ چیز میں کسی قسم کا عیب چھپا ہوا نہ ہو۔

۵۔کسی حرام چیز کی خرید وفروخت نہ ہو اور نہ ہی اس میں سود کو بطور حیلہ جائز قرار دیا گیا ہو۔

۶۔اس خرید وفروخت اور تجارت میں کسی فریق کو دھوکہ دینا مقصود نہ ہو۔

۷۔اس تجارتی لین دین میں حق رجوع کو برقرار رکھا گیا ہو۔[10]

غیر مقبوضہ اشیاء کو بیچنے کی ناجائز صورتیں

عصر حاضر میں خریدی گئی چیز کو قبضہ میں لئے بغیر آگے فروخت کرنے کا عام رواج ہے بالخصوص درآمدات میں سامان منزلِ مقصود پر پہنچنے سے قبل کئی جگہ فروخت ہو چکا ہوتا ہے اور ظاہر ہے ہر خریدار کچھ منافع رکھ کر ہی آگے فروخت کرے گا، اس لیے مارکیٹ پہنچتے پہنچتے اس چیز کی قیمت بڑھ کر کہیں سے کہیں پہنچ جاتی ہے۔اس کے علاوہ ایک معاشی نقصان یہ بھی ہوتا ہے کہ بار برداری کے شعبہ سے وابستہ مزدوروں کا روزگار متاثر ہوتا ہے۔یہ شریعتِ مطہرہ کے محاسن میں سے ہے کہ اس نے یہ قانون بنا دیا ہے جب کسی چیز کا سودا طے پا جائے اور خریدار اس کو آگے فروخت کرنا چاہتا ہو تو اس کو چاہیے وہ اسے قبضہ میں لے کر کسی دوسری جگہ منتقل کر دے، اسی جگہ فروخت کرنا منع ہے۔

چنانچہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جو غلہ خریدے، وہ قبضہ سے قبل فروخت نہ کرے۔"[11] اسی طرح عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ "لوگ غلہ بازار کی بلندی کی طرف خریدتے تھے اور اس کو وہیں بیچ دیتے تھے، تو نبی ﷺ نے ان کو منع فرمایا کہ اسی جگہ نہ بیچیں، جب تک کہ وہ اس کو منتقل نہ کر لیں۔"[12]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے بازار سے تیل خریدا جب میں نے بیع کی تکمیل کر لی تو مجھے ایک آدمی ملا اور اس تیل کے عوض مجھے معقول منافع کی پیش کش کی، لہذا میں نے سوچا کہ اس کے ہاتھ یہ معاملہ کر لوں اچانک پیچھے سے ایک آدمی نے میرا ہاتھ پکڑ لیا، میں ادہر متوجہ ہوا تو وہ زید بن ثابتؓ تھے۔ انہوں نے فرمایا: اسے اس جگہ مت فروخت کرو جہاں سے خریدا ہے حتی کہ تم اسے اپنی قیام گاہ لے جاؤ، اس لئے کہ حضور ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ سامان اس جگہ فروخت کیا جائے جہاں سے خریدا ہے حتی کے تاجر لوگ اسے اپنے ٹھکانہ پر منتقل نہ کر دیں۔[13] ایک اور روایت میں عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ''ہم رسول اللہ ﷺ کے دور میں غلہ خریدتے تو آپ ہمارے پاس ایک شخص کو بھیجتے جو ہمیں حکم دیتا کہ ہم بیچنے سے قبل جہاں سے خریدا ہے، وہاں سے اُٹھا کر دوسری جگہ لے جائیں۔''[14] اور جو تاجر اس حکم کی تعمیل نہ کرتے دورِ نبوی میں ان کے خلاف تادیبی کارروائی کی جاتی تھی۔ چنانچہ حضرت ابن عمرؓ ہی کا فرمان ہے کہ ''میں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں تخمینے سے اناج خریدنے والوں کی پٹائی ہوتی دیکھی یہاں تک کہ وہ اس کو اُٹھا کر اپنے ٹھکانوں میں منتقل کر دیں پھر فروخت کریں۔''[15]

مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں ثابت ہوا کہ تاجروں کے لیے یہ جائز نہیں کہ منقولہ اشیا اپنی تحویل میں لے کر دوسری جگہ منتقل کئے بغیر فروخت کریں۔ امام بخاریؒ کی رائے بھی یہی ہے کہ چیز اُٹھائے بغیر شرعی قبضہ ثابت نہیں ہوتا۔ چنانچہ شارح صحیح بخاری حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ ''اس سے پتا چلتا ہے کہ امام بخاریؒ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ منقولہ چیز کو فروخت کنندہ سے وصول پانا اور اسے فروخت کنندہ کے ٹھکانے پر ہی رکھ چھوڑنا شرعی قبضہ نہیں ہے تاآنکہ خریدار اسے ایسی جگہ لے جائے جو فروخت کنندہ کے لیے مخصوص نہ ہو۔''[16] اس ممانعت کا سبب کیا ہے؟ نامور تابعی حضرت طاؤسؒ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عباسؓ سے قبضہ سے قبل فروخت کرنے کی ممانعت کا سبب پوچھا تو انہوں فرمایا: ''یہ درہم کے بدلے درہم کا لین دین ہے جبکہ غلہ وہیں پڑا ہوا ہے۔''[17] یعنی سودی لین دین کے مشابہ ہونے کی بنا پر ناجائز ہے، اس کی توضیح یوں ہے مثلاً خالد نے ایک لاکھ کی گندم خریدی اور وہاں سے منتقل کئے بغیر ایک لاکھ دس ہزار میں فروخت کر دی تو گویا اس نے رقم دی اور رقم ہی لی اور اس پر نفع کمایا، عملی طور پر کوئی خدمت انجام نہیں دی۔

امام شوکانیؒ نے بھی اسی علت کی تحسین فرمائی ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں: ''ممانعت کی باقی وجوہ کی نسبت یہ وجہ بہترین ہے کیونکہ صحابہ کرامؓ نبی ﷺ کے مقاصد کو بہتر جانتے ہیں۔''[18]

امام ابن قیمؒ ممانعت کی وجوہ پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ نہ تو قبضہ مکمل ہوا ہے اور نہ ہی فروخت کنندہ سے اس کا تعلق ختم ہوا ہے، لہٰذا جب وہ دیکھے گا کہ خریدار کو اس سے خوب نفع حاصل ہو رہا ہے تو وہ معاملہ فسخ کرنے اور قبضہ نہ دینے کا سوچ سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے فسخ کے لیے بات ظالمانہ حیلے، جھگڑے اور عداوت تک جا پہنچے جیسا کہ واقعات اس کے شاہد ہیں۔ چنانچہ حکمت پر مبنی شریعتِ کاملہ کی یہ خوبی ہے کہ اس نے خریدار پر یہ پابندی لگادی ہے کہ جب تک خریدی گئی چیز پر قبضہ مکمل نہ ہو جائے اور فروخت کنندہ سے اس کا تعلق ختم نہ ہو وہ اس میں تصرف نہ کرے تا کہ وہ بیع فسخ کرنے اور قبضہ نہ دینے کا سوچ نہ سکے۔ یہ وہ فوائد ہیں جن کو شارع نے نظر انداز نہیں کیا حتی کہ وہ تاجر بھی اُنہیں مد نظر رکھتے ہیں جن کو شریعت کا علم نہیں کیونکہ ان کے خیال میں مصلحت بھی اسی میں ہے اور خرابیوں کا سدِ باب بھی اسی طرح ہو سکتا ہے۔''[19]

اس کا مطلب یہی ہے کہ جب تک خریدار فروخت کنندہ کے قبضہ سے مال چھڑا کر اپنے قبضہ میں نہیں لے لیتا، آگے فروخت نہ کرے تا کہ نزاع کا خطرہ نہ رہے۔ کیونکہ جب تک خریدار چیز اپنے قبضہ میں نہیں لیتا، اس بات کا اندیشہ باقی رہتا ہے کہ فروخت کنندہ زیادہ نفع کے لالچ میں وہی چیز کسی اور کو فروخت نہ کر دے۔

بعض اہل علم کے نزدیک جب بیچی گئی چیز کے نقصان کی ذمہ داری خریدار کی طرف منتقل ہو جائے اور اس کے اختیار پر کوئی قدغن باقی نہ رہے تو قبضہ متحقق ہو جاتا ہے، حقیقی طور پر چیز کو منتقل کرنا ضروری نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ ''قرض اور بیع، ایک بیع میں دو شرطیں اور جس چیز کے نقصان کی ذمہ داری نہ لی گئی ہو، اس کا منافع جائز نہیں اور نہ ہی اس چیز کی بیع درست ہے جو تیرے پاس موجود نہ ہو۔''[20] ان حضرات کی دلیل حدیث کے یہ الفاظ ہیں: ''جس چیز کے نقصان کی ذمہ داری نہ لی گئی ہو، اس کا منافع جائز نہیں۔'' ان کے بقول یہاں قبضہ سے قبل فروخت ممنوع ہونے کی وجہ رِسک نہ لینا بیان ہوئی ہے، لہٰذا جب مال کے نقصان کی ذمہ داری خریدار کی طرف منتقل ہو جائے تو وہ آگے فروخت کر سکتا ہے، دوسری جگہ منتقل کرنا ضروری نہیں۔

مگر دو وجہ سے یہ استدلال درست نہیں: ایک یہ کہ اوپر مذکور اُن احادیث کے خلاف ہے جو اس امر پر صریح دلالت کر رہی ہیں کہ فروخت سے قبل نقل وحمل لازمی ہے۔ اور دوسرے یہ استدلال فرمانِ رسول کی حکمت کے خلاف ہے۔ چنانچہ امام ابن قیمؒ اس کی تشریح میں رقمطراز ہیں: ''اس کی علت (کے تعین) نے بعض فقہا کو مشکل میں ڈال دیا ہے،

حالانکہ یہ شریعت کے محاسن میں سے ہے کہ جب پوری طرح قبضہ نہیں ہوگا اور فروخت کنندہ کا اس سے تعلق ختم نہیں ہوگا تو وہ مشتری کو فائدہ ہوتا دیکھ کر معاملہ منسوخ کرنے اور قبضہ نہ دینے کا لالچ کرے گا۔ اور اگر قبضہ دے گا بھی تو آنکھیں بند کر کے اور نفع سے محرومی کا افسوس لئے ہوئے دے گا، چنانچہ اس کا نفس ادھر ہی متوجہ رہے گا، اس کا طمع ختم نہیں ہوگا۔ یہ مشاہدے سے ثابت ہے، لہٰذا یہ شریعت کا کمال اور خوبی ہے کہ جب تک چیز کو حاصل نہ کر لے اور اس کی ذمہ داری میں نہ آجائے، نفع ممنوع ہے تاکہ فروخت کنندہ منسوخ کرنے سے مایوس ہو جائے اور اس کا تعلق ختم ہو جائے۔"[21]

اس سے ثابت ہوا کہ اگر مشتری نقصان کی ذمہ داری لے بھی لیتا ہے لیکن اپنے قبضہ میں نہیں لیتا تو بھی اسی جگہ فروخت نہیں کر سکتا کیونکہ یہ بات فرمانِ رسول کی حکمت کے خلاف ہے۔

❖ کیا یہ حکم صرف خوردنی اشیاء کے لیے ہے؟ تو یہاں یہ واضح رہے کہ فروخت سے قبل خریدی گئی چیز کی نقل و حمل کا حکم صرف غذائی اجناس کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اس میں وہ تمام اشیا داخل ہیں جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو سکتی ہیں، چنانچہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: ((وَلَا أَحْسِبُ كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا مِثْلَهُ)) "میرے خیال میں تمام اشیاء کا یہی حکم ہے۔"[22] حضرت ابن عباسؓ سے مروی حدیث میں چونکہ غلے کا ذکر تھا، اس لیے انہوں نے قیاس کیا کہ ہر چیز حکم میں غلہ کی مانند ہے۔ دراصل انہیں حضرت حکیم بن حزامؓ سے مروی حدیث کا علم نہ تھا کہ رسول ﷺ نے فرمایا: "جب تم کوئی چیز خریدو تو اسے قبضہ میں لینے سے پہلے فروخت نہ کرو۔"[23] امام ابن قیمؒ اس کے بارے میں رقمطراز ہیں کہ "یہی قول صحیح ہے جس کو ہم پسند کرتے ہیں۔"[24] اس کی تائید اوپر مذکورہ حضرت زید بن ثابتؓ کی روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں غلے کے بجائے سامان کا ذکر ہے۔

نبی ﷺ نے یہ تلقین بھی فرمائی ہے کہ بیچنے والا فقط اسی چیز کا سودا کرے جس کا وہ کلی طور پر مالک بن چکا ہو۔ بعض دفعہ کاروباری حضرات کے پاس چیز موجود نہیں ہوتی مگر وہ اس اُمید پر سودا طے کر لیتے ہیں کہ بعد میں کہیں سے خرید کر فراہم کر دیں گے، ایسا کرنا منع ہے، کیونکہ ممکن ہے مالک وہ چیز بیچنے پر آمادہ ہی نہ ہو یا وہ اس کی قیمت فروخت سے دگنی قیمت طلب کر لے اور یہ نقصان سے بچنے کے لیے خود ہی خریدنے پر تیار نہ ہو۔ اس طرح فریقین کے مابین تنازعات جنم لینے کا اندیشہ ہے، لہٰذا شریعتِ اسلامیہ نے ان کے سدباب کے لیے یہ اُصول بنا دیا ہے کہ وہ متعین چیز جو فی الحال فروخت کنندہ کی ملکیت میں نہ ہو، اس کا سودا نہ کیا جائے۔ جیسا کہ حضرت حکیم بن حزامؓ فرماتے ہیں کہ "میں نے رسول اللہ ﷺ سے

عرض کیا میرے پاس ایک آدمی آتا ہے اور وہ مجھ سے ایسی چیز کا سودا کرنا چاہتا ہے جو میرے پاس نہیں ہوتی۔ کیا میں اس سے سودا کر لوں پھر وہ چیز بازار سے خرید کر اسے دے دوں؟ آپ ﷺ نے جواباً فرمایا: "جو (متعین) چیز تیرے پاس موجود نہیں، وہ فروخت نہ کر۔"[25]

اس سے معلوم ہوا کہ ایسی چیز کی خرید وفروخت جائز نہیں جو فروخت کے وقت بائع کی ملکیت میں نہ ہو۔ واضح رہے کہ بعض اوقات مشتری کوئی چیز خریدتا ہے اور اس کا وزن کرنے کے بعد بائع کے پاس ہی رہنے دیتا ہے یعنی اپنے قبضہ میں نہیں لیتا، ایسی چیز کی بھی آگے فروخت جائز نہیں۔ امام بخاری نے اسماعیل بن ابی اویس کے اضافہ سے اسی نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔[26] حضرت حکیم بن حزامؓ کا سوال متعین چیز کی فروخت کے متعلق ہی تھا۔ متعین کا معنی ہے کسی مخصوص پلاٹ یا گاڑی وغیرہ کا سودا کرنا مثلاً یوں کہنا کہ میں فلاں سکیم کا فلاں نمبر پلاٹ آپ کو اتنے میں بیچتا ہوں جبکہ وہ اس وقت اس کی ملکیت نہ ہو، ایسا کرنا ناجائز ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے جواب سے واضح ہے۔ لیکن اگر تعین کی بجائے صرف مخصوص صفات بیان کی جائیں، مثلاً یوں کہا جائے کہ میں تمہیں اتنی مدت بعد ان صفات کی حامل فلاں چیز مہیا کرنے کی ذمہ داری لیتا ہوں تو یہ صورت جائز ہے بشرطیکہ مکمل قیمت پیشگی ادا کر دی جائے، اس کو بیع سَلم کہتے ہیں۔ مکمل قیمت کی پیشگی ادائیگی لازمی شرط ہے، اس کے بغیر یہ جائز نہیں ہو سکتی۔

اسی طرح حضرت زید بن ثابتؓ سے مروی ہے کہ "رسول اللہ ﷺ نے سودے کو ایسی جگہ فروخت کرنے سے منع فرمایا جہاں اسے خریدا گیا ہو، تاآنکہ لوگ اسے اپنے ٹھکانوں میں لے جائیں۔"[27]

علامہ مرغینانیؒ نے نقل فرمایا ہے کہ "ممانعت کی دوسری وجہ یہ قیاس ہے کہ کہیں مبیع کے تلف ہونے پر معاہدہ بیع فسخ نہ ہو جائے۔ فرض کریں کہ وہ مبیع پہلے مشتری کے قبضہ میں ہی تلف یا ہلاک ہو گئی تو دوسرے مشتری کو مل ہی نہیں سکے گی اور اس صورت میں عقد بیع فسخ ہو جائے گا۔ اس احتمال میں مبیع کو قبضہ سے پہلے فروخت کرنا ناجائز ہو گا۔[28]

اشیا منقولہ کیلی ہوں یا وزنی انہیں جب مشتری اپنے قبضہ میں کر لے اور آگے کسی دوسرے شخص کو فروخت کرے تو دوبارہ ناپ تول کر بیچے کیونکہ یونہی اندازہ سے بیچنے سے نزاع کا احتمال رہے گا۔ یہ حکم اناج کی بیع کے لیے خاص طور پر ہے۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے اناج کو دوبارہ تولے بغیر فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ حدیث نبوی میں ہے کہ "نبی کریم ﷺ نے اناج کی بیع سے اس وقت تک منع فرمایا جب تک اس کے دو پیمانے (وزن) نہ ہو جائیں ایک پیمانہ

فروخت کنندہ کا اور دوسرا خریدار کا۔"[29]

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ "خریدی ہوئی چیز کو قبضے میں لینے سے پہلے فروخت کرنے کی ممانعت کا سبب غالباً یہ ہے کہ خریدار اس چیز کو قبضے میں لینے سے عاجز اور بے بس ہے۔ ہو سکتا ہے بائع فروخت شدہ چیز اس کے حوالے کرے اور ہو سکتا ہے نہ کرے۔ خاص طور پر جب وہ دیکھ رہا ہو کہ خریدار کو خوب نفع حاصل ہو رہا ہے تو بائع بیع کو ختم کرنے کی کوشش کرے گا، خواہ انکار کرے یا بیع فسخ کے لیے کوئی حیلہ کرے۔ اس کی تائید اس مسئلہ سے بھی ہوتی ہے کہ آدمی جس چیز کے نقصان کا ذمہ دار نہ ہو اس کا نفع بھی نہیں لے سکتا۔"[30]

چنانچہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اس امر کی پابندی کرے کہ جب وہ کوئی چیز خریدے تو اس وقت تک اسے فروخت نہ کرے جب تک مکمل طور پر اس پر قبضہ حاصل نہ کر لے۔ اکثر لوگ سودا کر لینے کے بعد اس کا قبضہ لینے میں سستی کرتے ہیں اور شرعی قبضہ حاصل کیے بغیر اس شے میں تصرف کرتے ہیں اس طرح وہ ایسے کام کا ارتکاب کرتے ہیں جس سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ جھگڑوں اور اختلافات میں پڑ جاتے ہیں یا جب سودے کی حقیقت حال واضح ہوتی ہے تو نادم و شرمسار ہوتے ہیں۔ بسا اوقات لڑائی جھگڑے بلکہ مقدمہ بازی تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اس طرح جو شخص بھی حکمِ رسول کی مخالفت کرتا ہے تو لازماً اس کا مقدر ندامت اور پریشانی ہے۔

ملکیت سے قبل بیع کی بعض جدید صورتیں

- کریڈٹ دستاویزات کی بیع سے ملتی جلتی ایک صورت صکوک کی خرید وفروخت ہے جس کا تذکرہ کتب حدیث میں موجود ہے۔ صکوک "صک" کی جمع ہے جس کا معنی ہے "دستاویز"۔[31] مروان بن حکم کے دور میں بیت المال سے راشن حاصل کرنے کے لیے لوگوں کو کارڈز جاری کئے جاتے جنہیں صکوک کہا جاتا تھا۔ بعض لوگ یہ کارڈز فروخت کر دیتے تھے حضرت ابوہریرہؓ مروان سے ملاقات کے لئے گئے تو ان سے کہا آپ نے تو سود کی بیع کو جائز قرار دے دیا ہے۔ مروان نے کہا میں نے تو ایسا نہیں کیا، انہوں نے فرمایا، آپ نے صکوک فروخت کرنے کی اجازت دی ہے حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے غلے کی بیع سے منع فرمایا ہے تاآنکہ اسے قبضہ میں لے لیا جائے۔ چنانچہ مروان نے اپنے خطاب میں اس پر پابندی لگانے کا اعلان کر دیا۔ سلیمان بن یسار کہتے ہیں میں نے سیکورٹی اہلکاروں کو دیکھا وہ لوگوں کے ہاتھوں سے صکوک چھین رہے تھے۔[32] مفتی تقی عثمانی بیع کے منعقد ہونے کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بیان

کرتے ہیں کہ " بائع مبیع سپرد کرنے پر قادر ہو۔ لہٰذا بائع عقد کے وقت جو چیز سپرد کرنے پر قادر نہ ہو، اس چیز کی بیع باطل ہے۔ مثلاً ایسا گمشدہ جانور بیچنا جس کی جائے وجود کا علم نہیں، یا ہوا میں اڑنے والے پرندہ یا سمندر اور نہر میں موجود مچھلیاں بیچنا۔"[33]

❖ بعض ہاؤسنگ اسکیمیں اپنی ملکیتی زمین سے زیادہ تعداد میں پلاٹس کی فائلیں فروخت کر دیتی ہیں مثلاً ابھی تک اسکیم کے پاس زمین صرف ایک ہزار پلاٹس موجود ہیں لیکن فائلیں دو ہزار پلاٹس کی بیچ دی جاتی ہیں اور ان کا خیال یہ ہوتا ہے کہ بقیہ زمین بعد میں خرید لی جائے گی۔ اس طرح اسکیم مالکان کو کچھ مدت کے لیے لوگوں کی دولت سے فائدہ اٹھانے کا موقع مل جاتا ہے اور یہی جلبِ منفعت ان کا مطمح نظر ہوتا ہے۔ یہ طریقہ سراسر خلافِ شریعت ہے کیونکہ اسکیم نے ایک ہزار پلاٹس کی جو زائد فائلیں فروخت کی ہیں، اُن کی زمین ابھی ان کی ملکیت میں نہیں آئی، لہٰذا اسکیم مالکان کو ان کی فروخت کا حق بھی نہیں پہنچتا۔

❖ ہمارے ہاں جائیداد کی خرید وفروخت کے مروّجہ طریقہ کار کے مطابق خریدار معاہدہ خرید کر کے کچھ رقم (بیعانہ) اَدا کر دیتا ہے اور بقیہ ادائیگی کے لیے مہلت لے لیتا ہے اور معاہدے میں یہ شرائط بھی طے ہوتی ہیں کہ اگر خریدار منحرف ہو گیا تو بیعانہ کی رقم ضبط ہو جائے گی اور اگر فروخت کنندہ اپنی بات پر قائم نہ رہا تو اس سے بیعانہ کی رقم دگنی وصول کی جائے گی۔ اور یہ بات بھی معاہدے کا حصہ ہوتی ہے کہ معاہدہ بیعانہ کرنے والا اس معاہدے کی بنیاد پر کسی تیسرے فریق کو فروخت کرنا چاہے تو مالک کو کوئی اعتراض نہ ہو گا، بیعانہ دینے والا جس خریدار کا نام پیش کرے گا، مالک اس کے نام ملکیت منتقل کرنے کا پابند ہو گا۔ بسا اوقات بیعانہ دینے والا کچھ منافع لے کر آگے فروخت بھی کر دیتا ہے۔ شرعی لحاظ سے اس طرح آگے فروخت کرنا جائز نہیں کیونکہ معاہدہ بیعانہ کرنے والا جائیداد مذکور کا ابھی مالک نہیں بنا۔ اگر اصل مالک دگنا بیعانہ ادا کر کے منحرف ہو جائے جیسا کہ بعض اوقات ہو جاتا ہے تو ایسی صورت میں نزاع پیدا ہو گا۔ ہاں اگر پراپرٹی مالک کے پاس منحرف ہونے کا اختیار نہ ہو یا سودا مکمل ہو چکا ہو، صرف بقیہ رقم کی ادائیگی باقی ہو تو پھر آگے فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس سلسلہ میں یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ مالک کے انکار کی صورت میں اس سے دگنا بیعانہ وصول کرنا شرعی لحاظ سے درست نہیں ہے۔

❖ ملکیت کے بغیر فروخت کی تیسری صورت سٹاک مارکیٹ میں رائج Shot Sales کی ہے۔ اس میں فروخت کنندہ

ایسے شیئرز بیچ دیتا ہے جو اس کی ملکیت میں نہیں ہوتے لیکن اسے یہ اُمید ہوتی ہے کہ وہ کلیئرنگ سے قبل مارکیٹ سے سستے داموں حاصل کر کے خریدار کے حوالے کر دے گا، یہ غیر ملکیتی شیئرز کی بیع ہے جو ناجائز ہے۔ اگر مارکیٹ میں مندے کی بجائے تیزی غالب رہے تو Shot Sales کرنے والوں کو اچھا خاصا نقصان اُٹھانا پڑتا ہے۔ جب بھی سٹاک مارکیٹ کسی بڑے بحران سے دوچار ہوتی ہے، اس میں نمایاں کردار اسی شاٹ سیل کا ہوتا ہے۔

قبضہ کے بغیر خرید و فروخت کی جائز صورتیں

ہر چیز کے قبضے کی صورت اس کی نوعیت کے مختلف ہونے کی وجہ سے مختلف ہے، لہذا قبضے کے لیے مناسب صورت کو اختیار کیا جائے گا۔ اگر وہ چیز گنتی والی ہے تو اس پر قبضہ گنتی سے ہو گا اور اگر وہ ناپ و پیمائش والی ہے تو اس پر قبضہ ناپ و پیمائش کرنے سے ہو گا۔ علاوہ ازیں مشتری اسے اپنی جگہ میں منتقل اور محفوظ بھی کرے گا۔ اگر وہ کپڑے، جانور یا گاڑیاں ہیں تو مشتری انھیں اپنے ہاں منتقل کرے گا۔ اگر فروخت شدہ چیز ہاتھ میں پکڑی جا سکتی ہے، مثلاً: جواہر یا کتابیں وغیرہ تو مشتری اسے جب ہاتھ میں لے گا تو صحیح قبضہ ہو گا۔ اگر فروخت شدہ چیز دوسری جگہ منتقل نہ ہو سکے، مثلاً: مکانات، زمین اور درختوں پر پھل وغیرہ تو اس کا قبضہ ایسے ہو گا کہ مشتری کے زمین پر کنٹرول سنبھالنے اور مالک کی طرح تصرف کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ اسی طرح مکان ہو تو اس کی چابی حاصل کرنے اور اس کا دروازہ کھول لینے سے قبضہ ہو گا۔

وہ اشیاء جن کو دوسری جگہ منتقل کرنا ممکن نہیں جیسے اراضی اور مکانات ہیں، ان کے قبضے کی نوعیت مختلف ہو گی۔ ان میں قبضہ کا معنی صرف اتنا ہے کہ فروخت کنندہ تمام رکاوٹیں دور کر کے مشتری کو تصرف کا پورا موقع فراہم کر دے۔ ایسی اشیا جنہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں کیا جا سکتا اور وہ طبعاً اور عادتاً تلف ہونے والی نہیں ہیں (مثلاً زمین، مکان وغیرہ) ان کی فروخت بلا قبضہ بھی جائز ہے، اور اس کا اجرت پر دینا بھی جائز ہے۔ یہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسفؒ کی رائے ہے۔ البتہ امام محمدؒ کو بیع کرنے اور اجارہ پر دینے دونوں صورتوں میں قبضہ سے قبل اختلاف ہے۔ ائمہ کرام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ کسی چیز کی بیع کر لینے کے بعد اور اس پر قبضہ کرنے سے پہلے اسے فروخت کرنا جائز نہیں بشرطیکہ اس کا تعلق ماپ، ناپ، وزن اور گنتی سے ہو۔ اسی طرح جو چیزیں ان کے علاوہ ہیں ان کا بھی صحیح اور راجح قول کے مطابق یہی حکم ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ''جس نے اناج خریدا وہ اس وقت تک فروخت نہ کرے جب تک (اس کا ناپ اور وزن کر کے) اسے پورا حاصل نہ کر لے۔''[34]

اگر کیلی اور وزنی چیزیں اندازہ کر کے خرید لی جائیں تو ان کے ناپ و تول سے پہلے تصرف کرنا جائز ہے، کیونکہ اس صورت میں زیادتی مشتری کی ہوتی ہے، مثلاً اگر بائع نے ایک گندم کا ڈھیر ۱۰۰۰ روپے میں فروخت کیا اور دس من گندم اس میں اندازہ بتایا۔ اب مشتری کو بغیر تولے اس میں تصرف جائز ہے کیونکہ دس من سے زیادہ ہے تو بھی مشتری کی ملکیت ہے، اس لیے کہ مشتری نے تو ڈھیر گندم کا خریدا ہے وہ دس من ہو یا کم و بیش۔[35]

اگر مبیع ایسی چیز ہے جسے عدداً شمار کر کے بیچا جائے مثلاً کپڑے کے گز، مویشی، اخروٹ، انڈے، پھل وغیرہ تو ان میں صاحبین (امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ) کے مطابق دوبارہ گننے یا شمار کرنے سے قبل تصرف جائز ہے کیونکہ اگر کہیں ان کے عدد میں کمی ہوئی تو یہ بھی یاد ہوگا کہ کتنے خرچ کئے گئے ہیں۔ مگر امام ابو حنیفہؒ کی رائے میں تصرف سے قبل دوبارہ گننا اور شمار کرنا ضروری ہے۔[36]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا "جو شخص غلہ خریدے وہ اسے قبضہ کرنے سے پہلے نہ بیچے۔ اس باب میں حضرت جابر، ابن عمر سے بھی روایت ہے۔ حضرت ابن عباس کی یہ حدیث حسن صحیح ہے، اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے کہ کسی چیز پر قبضہ کرنے سے پہلے اسے بیچنا جائز نہیں۔ بعض علماء کا مسلک یہ ہے کہ جو چیزیں تولی یا وزن نہیں کی جاتیں اور نہ ہی کھانے پینے میں استعمال ہوتی ہیں ان کا قبضہ سے پہلے فروخت کرنا جائز ہے۔ اہل علم کے نزدیک صرف غلے میں سختی ہے امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے۔"[37]

غیر مقبوضہ اشیاء کی بیع سلم

سلم لفظی اور معنوی طور پر سلف ہی ہے جس کا معنی ایڈوانس ہے۔ دراصل سلف اہل عراق اور سلم اہل حجاز کی لغت ہے۔ سلف بیوع کی ایک قسم ہے جس میں قیمت پہلے ادا کی جاتی ہے اور سودا معین مدت بعد لیا جاتا ہے۔ جو قیمت پہلے ادا کی جاتی ہے اسے راس المال اور جو چیز تاخیر سے فروخت کی جاتی ہے اسے مسلم فیہ، قیمت ادا کرنے والے کو رب السلم اور جنس کرنے والے کو مسلم الیہ کہتے ہیں۔ دراصل اسلام کا قاعدہ ہے کہ جو چیز معدوم ہو، اس کی خرید وفروخت نہیں کی جا سکتی لیکن اقتصادی ضرورت اور معاشی مصلحت کے پیش نظر لوگوں کی سہولت کے لیے بیع سلم کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے اور اس کی مشروعیت پر امت کا اجماع ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اہل مدینہ پھلوں میں بیع سلم کیا کرتے تھے ایک سال، دو سال، تین سال کی مدت کے لئے، پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو

شخص پھلوں میں بیع سلف کرے تو اسے چاہیے کہ متعین پیمانہ، متعین وزن اور متعین مدت کے ساتھ بیع سلف کرے۔"[38]

بیع سلم کی شرائط

بیع سلم کے حوالے سے اگر نصوص کا مطالعہ کیا جائے تو اس کی درج ذیل شرائط سامنے آتی ہیں:

1. کیلی یا وزنی یا عددی چیزوں میں کیل، وزن اور تعداد کا تعین ضروری ہے۔
2. جو چیز پیشگی قیمت کے عوض ادا کرنا ہے، اس کی جنس بیان کی جائے وہ گندم ہے یا جو یا کھجور۔
3. اس کی نوعیت اور اوصاف بتانا بھی ضروری ہیں کہ کون سی گندم یا کس قسم کی کھجور دینا ہے۔
4. مدت ادائیگی طے کر لی جائے کہ ایک مہینہ یا دو مہینے میں ادائیگی ہوگی، یعنی تاریخ کا تعین بھی ضروری ہے۔
5. اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ وہ چیز کس جگہ یا مقام پر ادا کی جائے گی۔
6. راس المال بھی پیشگی مسلم الیہ کے حوالے کر دیا جائے۔[39]

حافظ ابن حجر رقمطراز ہیں کہ "اس امر پر امت کا اجماع ہے کہ بیع سلم میں جو چیزیں ماپ اور وزن کے قابل ہیں ان کا ماپ اور وزن مقرر ہونا ضروری ہے اور جو چیزیں محض عدد سے تعلق رکھتی ہیں ان کی تعداد کا مقرر ہونا ضروری ہے۔ نیز اوصاف کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے تاکہ دوسری چیزوں سے ممتاز ہو سکے اور آئندہ کسی قسم کا نزاع پیدا نہ ہو۔"[40]

بیع سلم کے صحیح ہونے کی شرائط میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کی قیمت مجلس عقد میں ادا کی جائے۔ اگر دونوں فریق ادائیگی سے قبل الگ الگ ہو گئے تو عقد باطل ہوگا۔

کموڈیٹی ایکسچینج میں کاروبار

جس طرح سٹاک مارکیٹ میں مختلف کمپنیوں کے حصص کا لین دین ہوتا ہے اس طرح کموڈیٹی ایکسچینج (سوق تبادل السلع) میں مختلف اجناس جیسے خام تیل، چاندی، کپاس، چاول اور گندم وغیرہ کی خرید وفروخت ہوتی ہے۔ عصر حاضر میں قبضہ سے قبل فروخت کے سب سے زیادہ سودے کموڈیٹی ایکسچینج میں ہی وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہاں تمام لین دین فیوچر سودوں (عقود مستقبلیات) یعنی ان سودوں کی شکل میں ہوتا ہے جن میں بیچی گئی چیز کی سپردگی اور قبضہ مستقبل کی کسی تاریخ پر طے ہوتا ہے۔ چونکہ یہاں کاروبار کرنے والوں میں حقیقی خریدار جن کا مقصد چیز کا حصول ہو بہت کم ہوتے ہیں اس

لیے قبضہ اور سپردگی کی نوبت شاذونادر ہی آتی ہے بلکہ قیمت بڑھتے ہی وہ چیز آگے فروخت کر دی جاتی ہے اور آخر میں قبضہ کے دن کی قیمت اور قیمت خرید کے درمیان فرق برابر کر لیا جاتا ہے۔اس کو ایک مثال کے ذریعے سمجھنا آسان ہو گا۔ مثلاً "الف" نے مقامی کموڈیٹی مارکیٹ سے تین ہزار نوسو روپے چاندی کی ایک لاٹ خریدی جس کی سپردگی ایک ماہ کے بعد طے پائی لیکن اگلے ہی روز یا چند دن بعد اس کی قیمت بڑھ کر تین ہزار نوسو پچاس روپے ہو گئی تو اب "الف" ایک پچاس روپے منافع لے کر وہ لاٹ آگے فروخت کر دے گا۔اور پھر سپردگی کی تاریخ آنے تک اس لاٹ پر مسلسل سودے ہوتے رہتے ہیں۔جب سپردگی کی تاریخ آتی ہے تو دیکھا یہ جاتا ہے کہ آخری خریدار نے یہ لاٹ کس قیمت پر خریدی تھی اور آج مارکیٹ میں اس کی قیمت کیا ہے۔فرض کیجیئے آخری مشتری نے چار ہزار پچاس روپے میں خریدی تھی اور قبضہ کے دن اس کی قیمت چار ہزار ایک سو روپے ہو گئی تو اس کے کھاتے میں پچاس روپے کا اندراج کر دیا جائے گا اور اگر قبضہ کے دن قیمت کم ہو کر چار ہزار روپے رہ گئی تو اس کے کھاتے سے پچاس روپے منہا کر لیے جائیں گے۔

چونکہ یہاں نہ تو خریدی ہوئی چیز پر قبضہ کیا جاتا ہے اور نہ ہی اس کا لین دین مقصود ہوتا ہے بلکہ نفع ونقصان کا فرق برابر کیا جاتا ہے جو کہ سٹہ ہے اس لیے یہ کاروبار حرام اور ناجائز ہے، حتیٰ کہ اگر قبضہ مقصود ہو تب بھی فیوچر معاملہ جائز نہیں کیونکہ فیوچر معاملات میں چیز کی سپردگی اور قیمت کی ادائیگی دونوں ادھار ہوتی ہیں جو شرعی اعتبار سے غلط ہے۔شریعت نے بیع سلم کی اسی صورت میں اجازت دی ہے جب مکمل قیمت پیشگی ادا کر دی جائے، بصورت دیگر یہ ادھار کی ادھار کے ساتھ بیع ہو گی جو کہ ممنوع ہے۔یہی وجہ ہے کہ فقہائے اسلام بیع سلم کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بیان کرتے ہیں کہ معاملہ کرتے وقت مطلوبہ چیز کی قیمت ادا کرنا ضروری ہے۔[41]

خلاصہ بحث

غیر مقبوضہ اشیاء کی بیع سے مراد وہ وہ اشیاہیں جن پر بائع اور مشتری کا قبضہ نہ ہو خواہ وہ چیز حقیقت میں موجود ہو یا موجود نہ ہو جیسے مبیع موجود تو ہو لیکن اس پر کامل قبضہ نہ ہو یعنی خرید کردہ چیز ابھی بائع کے پاس ہی موجود ہو اور اس کو اپنی تحویل میں لینے سے پہلے ہی فروخت کر دینا۔دوسری صورت کہ جس چیز کی بیع ہو رہی ہو اس کا وجود نہ ہو بلکہ اسے مستقبل میں کسی سے خرید کر مشتری کو دینا ہو۔ان تمام صورتوں کی احادیث نبویہ میں ممانعت موجود ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت حکیم بن حزامؓ بیان کرتے ہیں۔

ہر چیز کے قبضے کی صورت اس کی نوعیت کے مختلف ہونے کی وجہ سے مختلف ہے، لہذا قبضے کے لیے مناسب صورت کو اختیار کیا جائے گا۔ اگر وہ چیز گنتی والی ہے تو اس پر قبضہ گنتی سے ہوگا اور اگر وہ ناپ وپیمائش والی ہے تو اس پر قبضہ ناپ و پیمائش کرنے سے ہوگا۔ علاوہ ازیں مشتری اسے اپنی جگہ میں منتقل اور محفوظ بھی کرے گا۔ اگر وہ کپڑے، جانور یا گاڑیاں ہیں تو مشتری انہیں اپنے ہاں منتقل کرے گا۔ اگر فروخت شدہ چیز ہاتھ میں پکڑی جاسکتی ہے، مثلاً: جواہر یا کتابیں وغیرہ تو مشتری اسے جب ہاتھ میں لے گا تو صحیح قبضہ ہوگا۔ اگر فروخت شدہ چیز دوسری جگہ منتقل نہ ہوسکے، مثلاً: مکانات، زمین اور درختوں پر پھل وغیرہ تو اس کا قبضہ ایسے ہوگا کہ مشتری کے زمین پر کنٹرول سنبھالنے اور مالک کی طرح تصرف کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ اسی طرح مکان ہو تو اس کی چابی حاصل کرنے اور اس کا دروازہ کھول لینے سے قبضہ ہوگا۔ البتہ علماء وفقہاء نے غیر مقبوضہ اشیا کی خرید وفروخت کے سلسلہ میں جائز و ناجائز کے اعتبار سے منقولی اور غیر منقولی اشیا کی تقسیم کی ہے۔ منقولی اشیا میں ماپ تول اور وزن کر کے قبضہ میں لیے بغیر آگے بیچنے کو ناجائز قرار دیا ہے لیکن اس میں بھی غلہ کے کسی ڈھیر کو اگر اندازہ کے ساتھ بیچا گیا ہو تو قبضہ میں لیے بغیر آگے بیچنے کو جائز قرار دیا ہے۔ اور دوسری صورت غیر منقولی اشیا کی ہے جیسے عقار یعنی زمین، مکانات وغیرہ تو اسے قبضہ میں لیے بغیر آگے فروخت کرنا جائز ہے۔

غیر مقبوضہ اشیاء کو بیچنے کی ایک جائز صورت بیع سلم ہے جس کو کچھ شرائط کے ساتھ جائز قرار دیا گیا ہے حالانکہ یہ بیع اس چیز کی ہوتی ہے جو بائع کے پاس سودا کرتے ہوئے موجود نہیں ہوتی۔ احادیث میں بیع سلم کے جائز ہونے کا ثبوت موجود ہے جس کی بنیادی شرط یہ ہے کہ مشتری مکمل قیمت پیشگی ادا کر دے اور مبیع کی جنس، اوصاف اور حوالگی کی تاریخ اور مقام طے کر لیا جائے۔

حوالہ جات وحواشی

[1]مسلم بن الحجاج، أبو الحسن القشيري، صحيح مسلم، دار إحياء التراث العربي، بيروت، كتاب المساقاة، باب اخذ الحلال و ترک الشبهات، رقم الحديث: ۱۵۹۹

Muslim bin Ḥajjāj, , Abu al-hasan al-qushairi, **Al Jāmi' al Ṣaḥīḥ**,(Beirut: Dār Iḥyā' al Turath al 'Arabī, 1418AH), Kitāb al-musāqāat, bāb akhz al-halal wa tark al-shubuhāt, Ḥadīth:1599.

[2] النساء:۲۹

Al-Nisā :29

[3] الترمذی،ابو عیسی محمد بن عیسی، جامع ترمذی،، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی، مصر،۱۳۹۵ھ،رقم الحدیث:۱۲۰۹

Al Jāmi' Tirmidhī, Abū 'Esa Muḥammad bin 'Esa, , **Al Jāmi**', Sharika Maktaba wa matba Mustafa al-babi al-halbi, misar, 1395ah, Ḥadīth: 1209

[4] البخاري، محمد بن إسماعيل،الجامع الصحیح،دار طوق النجاۃ بیروت،۱۴۲۲ھ،رقم الحدیث:۲۰۵۹

Al Bukhārī, Muḥammad bin Ismā'īl, **Al Jāmi' al Ṣaḥīḥ**, Dār Tawq al-najāt Beirut:, 1422AH, Ḥadīth: 2059

[5] جامع ترمذی،ابواب الوتر، باب ماجاء فی الصلوۃ علی النبی ﷺ،رقم الحدیث:۴۸۷

Al Jāmi' Tirmidhī, Abwāb al-witr, Bab Ma jaa fissalat ala al-nabi, Ḥadīth: 487

[6] ذوالفقار علی، حافظ، معیشت وتجارت کے اسلامی احکام،ابوہریرہ اکیڈمی،لاہور،۲۰۱۰ء،ص:۱۸

Zulfiqār Ali, Hāfiz, **Maīshat o Tijarāt Ka Islāmī Ahkām**, Abu Hurairah Academy, Lahore, 2010, P:18

[7] ابن حجر، أحمد بن علي، فتح الباري شرح صحيح البخاري،دار المعرفۃ، بیروت،۱۳۷۹ھ،ج،۴،ص ۳۶۴

Ibn Ḥajar al-ʿAsqalānī, Shihābud-Dīn Abul-Faḍl Aḥmad ibn Nūrud-Dīn ʿAlī , **Fatḥ al-Bārī fī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī** ,(Beurit: Dār al M'arifah 1379 AH)4/364.

[8] فریدی وجدی: دائرہ معارف:،بیروت،۱۹۸۱،ج۲،ص۵۳۹

Far**ī**d**ī** Wajd**ī**, **Dairāh Mārif**, Beurit, 1981, V:2, P:539

[9]عبد الستار حماد، حافظ، کتاب البیوع، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، ۲۰۱۴ء، ص: ۹

ʿAbdussattār Hammad, Hāfiz, **Kitāb al-buy**ʿ, Maktaba Islāmia, Lahore, 2014, P:9

[10]کتاب البیوع از حماد، ص: ۱۰

Kitāb al-buyʿ by Hammād, P: 10

[11] صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب بیع الطعام قبل ان یقبض، رقم الحدیث: ۲۱۳۶

***Ṣaḥīḥ* al-Bukhārī** , Kitāb al-buyʿ, bāb baie al-taam qab an yuqbad, Ḥadīth: 2136

[12] صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب منتھی التلقی، رقم الحدیث: ۲۱۶۷

***Ṣaḥīḥ* al-Bukhārī** , Kitab al-buyoo, bab muntaha al-talaqi, Ḥadīth: 2167

[13]ابو داود، سلیمان بن الأشعث، السنن، المکتبۃ العصریۃ بیروت، باب فی بیع الطعام قبل ان یستوفی، رقم الحدیث: ۳۴۹۹

Abū Dāwūd, Sulaymān bin Ash'ath, **Al Sunan**, bab fi baie al-taam qab an yastwofia (Rīyaḏ: Dār Al Salām, 1997), Ḥadīth: 3499.

[14] صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب بطلان بیع المبیع قبل القبض، رقم الحدیث: ۳۸۴۱

***Ṣaḥīḥ* Al-Muslim**, Kitāb al-buyʿ, bab butlan baie al-mabee qabla al-alqabd, Ḥadīth:3841

[15] صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب مایذکر فی بیع الطعام، رقم الحدیث: ۱۲۳۱

***Ṣaḥīḥ* al-**Bukhārī , Kit**ā**b al-buyʿ, bab ma yuzkar fi baie al-taam, Ḥadīth: 1231

[16]فتح الباری، ج: ۴، ص: ۴۴۳

Fatḥ al-**Bārī**, V: 4, P: 443

[17] صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۱۲۳۲

***Ṣaḥīḥ* al-Bukhārī** , Ḥadīth: 1232

[18]الشوکانی، محمد بن علی، نیل الاوطار، دار الحدیث، مصر، ۱۴۱۳ھ، ج: ۵، ص: ۱۹۰

Al-Shawkānī ,Muḥammad bin Alī, **Nayl al-Awtar**,(Cairo:Dār Al-ḥadith 1413)5/190.

[19] ابن قیم، محمد بن ابی بکر، شمس الدین، تہذیب السنن، مکتبۃ المعارف،۱۴۲۸ھ ج،۵، ص،۱۳۷

Ibn Qayyim,Muhammad Ibn Abī Bakr , Shams al-Dīn, **Tahzīb Al-Sunan**, Maktaba Al-maarif, 1428ah, V:5, P:137

[20] الجامع ترمذی، باب ماجاءفي كراهية بيع ماليس عندک، رقم الحدیث:۱۲۳۴

Al Jāmi' Tirmidhī, Bab ma jaa fi Krahiat baie ma laisa indak, Ḥadīth: 1234

[21] تہذیب السنن:ج۵، ص:۱۵۳

Tahzīb Al-Sunan, V:5, P:153

[22] صحیح بخاری، رقم الحدیث:۲۱۳۵

***Ṣaḥīḥ* al-Bukhārī** , Ḥadīth: 2135

[23] احمد بن حنبل، أبو عبد الله، المسند، مؤسسة الرسالة بيروت،۱۴۲۱ھ، ج:۳، ص:۴۰۲

Āḥmad Bin Ḥambal ,**Al-Musnad**,(Beirut: Mo'assasah al Risālah,1421 AH, V:3, P:402

[24] تہذیب السنن، ج۵، ص ۱۳۲

Tahzīb Al-Sunan, V:5, P: 132

[25] نسائی، أحمد بن شعیب، السنن، دار السلام، ریاض، ۱۴۰۶ھ، رقم الحدیث:۴۶۱۷

Al-Nasā'ī, Abū `Abd ar-Raḥmān Aḥmad ibn Shu`ayb, **Sunan Al-Nasā'ī** (Rīyaḏ: Dār Al Salām, 1418) Ḥadīth# 4617.

[26] فتح الباری، ج،۴ ص ۴۴۲

Fatḥ al-Bārī, V:4, P:442

[27] الحاكم، أبو عبد الله النيسابوري، المستدرک، دار الكتب العلمية، بيروت، ۱۴۱۱ھ، ج، ۲ ص، ۴۰

Al-Ḥākim, Abū Abdullāh al-nisūboori, **Al-Mustadrak `alâ al-Sahîhayn**, Beirut:

Dār al Kutub al 'Ilmiyyah, 1411 Ah), V:2, P:40

[28] المرغيناني: علي بن أبي بكر، أبوالحسن برهان الدين، الهداية في شرح البدايه، داراحياء التراث العربي بيروت، ج:۳، ص:۵۹

Al-Marghīnānī,Burhān al-Dīn 'Alī bin Abī Bakr bin 'Abd al-Jalīl,Abu'l-Ḥasan, Al-Hidayah fi Sharh Bidayat al-Mubtadi, Beirut: Dār Iḥyā' al Turath al 'Arabī, 1428) V:3, P:59

[29] ابن ماجة، أبو عبدالله محمد بن يزيد، السنن، دارالسلام رياض، ۱۴۲۱ھ، رقم الحديث: ۲۲۲۸

Ibn Mājah,Muḥammad bin Yazīd, **Sunan Ibn Mājah**, (Rīyaḏ: Dār Al Salām, 1416) Ḥadīth #2228.

[30] ابن تيمية، تقي الدين أبو العباس أحمد بن عبدالحليم، الفتاوىٰ الكبرى، دار الكتب العلمية، ۱۴۰۸ھ، ج۵، ص ۳۹۱

Ibn Taymiya, Taqī ad-Dīn Abu 'l-ʿAbbās Aḥmad ibn ʿAbd al-Ḥalīm ibn ʿAbd as-Salām al-Ḥarrānī, **Al-Fatawa Al-Kubraa**, ,(Beirut: Dār al Kitāb al 'Arabiyyah, 1415 AH), 1408ah, V:5, P:391

[31] معیشت و تجارت کے اسلامی احکام: ص، ٦٦

Maīshat o Tijarāt Ka Islāmī Ahkām, P:66

[32] صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۵۲۸

Ṣaḥīḥ **Al-Muslim**, Ḥadīth: 1528

[33] تقی عثمانی، اسلامی قانون خرید وفروخت، جامعہ علوم القرآن، انڈیا، ۲۰۱۶ء، ص، ۳۳

Taqī Usmānī, **Islāmī Qānoon Kharīd o Frokht**, Jāmia Uloom Al-Qurān, Indīā, 2016, P:33

[34] صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۵۲۵

Ṣaḥīḥ **Al-Muslim**, Ḥadīth: 1525

[35] الهداية، ج:۳، ص: ٦٠

Al-Hidayah, V:3, P:60

[36] ایضا

Ibid

[37] جامع ترمذی، رقم الحدیث ۱۲۹۱

Al Jāmi' Tirmidhī, Ḥadīth: 1291

[38] سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۳۴۶۳

Sunan Abī Dāwūd, Ḥadīth: 3463

[39] کتاب البیوع از عبد الستار حماد، ص: ۲۴۷

Kitāb al-buy ʿ by Abdussattar Hmmad, P:247

[40] فتح الباری، ج: ۴، ص، ۵۴۳

Fatḥ al-Bārī, V:4, P:543

[41] معیشت و تجارت کے اسلامی احکام، ص، ۴۲،۴۱

Maīshat o Tijarāt Ka Islāmī Ahkām, P:41,42